حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

(قسط دوم)

امامت و خلافت

خلافت اور امامت شیعہ اور سُنی حضرات کے مابین ایک مابہ النزاع مسئلہ ہے۔ اہلِ سُنت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے قائل ہیں جبکہ شیعہ حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف امامت اور ولایت ہے اور اس بارہ میں دنیا میں قیامت تک صرف بارہ امام آئیں گے۔ چنانچہ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں میں ایک فرقہ اپنے کو "اثناعشری" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ جس کا مطلب ہے "بارہ اماموں کو ماننے والا"۔

شیعہ حضرات نے اس مسئلہ کو اتنی اہمیّت دی کہ مسئلہ امامت کو اپنے بنیادی عقائد میں شُمار کرنے لگے۔ چنانچہ زرارہ[1] سیّدنا جعفر صادق رضؓ سے روایت کرتے ہیں :

"اسلام کی بُنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ، اور ولایت یعنی امامت۔" (اصول کافی جلد ۲ ص ۱۸، ایران)

پھر ان پانچ چیزوں میں سے جس کو سب سے زیادہ اہمیّت دی گئی۔ وہ "ولایت" اور "امامت" ہے۔ چنانچہ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر صادق رضؓ سے پوچھا کہ ان پانچوں اشیاء میں سب سے افضل کون سی چیز ہے ؟ تو اُنہوں نے فرمایا :

---

[1] زرارہ کا حدود اربعہ یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب کا ایک ستون ہے کیونکہ اس مذہب کی ایک تہائی کے قریب روایات زرارہ سے مروی ہیں۔ لیکن اس کے بارہ میں سیّدنا جعفر صادق فرماتے ہیں : زرارۃ شر من الیہود والنصاریٰ ومن قال ان مع اللہ ثلاثۃ علی زرارہ شر میں یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر ہے اور ان سے بھی بڑھ کر ہے کہ علی رضؓ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیسرا ہے۔ (رجال کشی ص ۱۰۱)

"الولایۃ افضل۔"

ولایت سب سے افضل ہے۔ (ایضاً)

حالانکہ اسلام کی رو سے وہ پانچ ارکان جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ اُن میں سب سے افضل توحید خداوندی اور نبوت محمدی ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جس کا اقرار کرکے کفر و شرک کی غلاظتوں میں لتھڑا ہوا انسان شکم مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

ولایت و امامت کے اس مسئلہ کو اتنا اہم بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا کہ زمین و آسمان کی مخلوقات حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام سے اس کا اقرار کروایا گیا اور جس نے اس کا اقرار نہ کیا اُس کو سزا دی گئی۔ چنانچہ سیدنا علیؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے میری ولایت کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والوں پر پیش کیا۔ جس نے اُس کا اقرار کیا اُس نے اقرار کیا اور جس نے انکار کیا اُس نے انکار کیا۔ یونس علیہ السلام نے اس کا انکار کیا۔ پس اللہ نے اُنہیں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے بھی اس کا اقرار کر لیا۔

(بصائر الدرجات جلد ۲ صفحہ ۱۰ ، ایران)

قرآن و سنت کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو امامت کا یہ مسئلہ جس کو شیعہ صدیوں سے سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ قرآن کی کسی آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ بلکہ شیعہ حضرات کے آئمہ کے اقوال اس مسئلہ امامت کے خلاف ملتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا۔

مسئلہ امامت کا مأخذ:

امامت کا جو تصور شیعہ پیش کرتے ہیں۔ وہ اگر اسلامی تعلیمات میں نہیں پایا جاتا تو پھر شیعہ حضرات کے ہاں یہ مسئلہ کہاں سے آیا؟ شیعہ مذہب کی کتابوں اور تواریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مسئلہ یہودیت کے راستہ میں شیعہ ازم میں آیا اور اس کا بانی ایک مسلم نما

یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ اُس نے اسلام کی بے داغ تعلیمات کو داغدار کرنے کے لئے اس مسئلہ کو اسلام میں داخل کیا۔ اس کا اقرار نہ صرف دوسروں نے کیا بلکہ خود شیعہ علماء کو بھی اس کے اعتراف کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا اور اُن کے قلم بھی اس روز روشن کی طرح واضح حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مشہور علماء نے واشگاف الفاظ میں اقرار کیا ہے کہ:

"عبداللہ بن سبا، پہلا شخص ہے جس نے امامت علیؓ کے مسئلہ کی تشہیر کی۔

(رجال الکشی ص۱۰۱، عراق، تنقیح المقال جلد۲ ص۱۸۴، ایران، فرق الشیعہ ص۴۳، عراق)

پتہ چلا کہ نہ تو قرآن نے اس مسئلہ امامت کو بیان کیا اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو امام ماننے کی وصیت فرمائی بلکہ یہ ساری کارروائی عبداللہ بن سبا کی تھی جس نے اسلام میں رخنہ اندازی اور فتنہ پردازی کے لئے اس مسئلہ کو ایجاد کیا جو کہ اُسے وراثتاً یہودیت سے ملا تھا۔

عبداللہ بن سباء کون تھا؟

یہ عبداللہ بن سباء کون تھا؟ تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ ملک یمن کا رہنے والا ایک یہودی تھا۔ ۳۵ھ میں اُس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا۔ لیکن اندر سے اسلام اور اہل اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اُس کے اسلام لانے کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کرے اور اسلام کے لئے مار آستین ثابت ہو اور بانیٔ اسلام اور اہل اسلام سے اپنے ان یہودی بھائیوں کا بدلہ لے جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے جلاوطن کیا تھا اور بعد میں فاروق اعظمؓ نے اُن کو عرب کی سرزمین ہی سے ہمیشہ کے لئے ملک بدر کر دیا تھا۔ چنانچہ علامہ کشی فرماتے ہیں:

"بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سباء یہودی تھا۔ وہ اسلام لایا اور سیدنا علیؓ سے محبت کا دعویٰ کرنے لگا۔ وہ اپنی یہودیت کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کی شان میں غلو کرتا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اپنے اسلام کے زمانہ میں سیدنا علیؓ کے بارہ میں بھی اسی طرح کی

مبالغہ آمیز باتیں کرتا تھا۔ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے سیدنا علیؓ کی امامت کی فرضیت کے عقیدہ کو شہرت دی۔ اور اُن کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اُن کے مخالفین (یعنی صحابہ کرامؓ) کی تکفیر کی۔ اور انہی باتوں کی وجہ سے شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ تشیع اور رفض یہودیت سے ماخوذ ہے۔"

(رجال الکشی ص ۱۰۱، عراق)

مشہور شیعہ علماء علامہ مامقانی اور نوبختی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو تنقیح المقال جلد ۲ ص ۱۸۴، فرق الشیعہ ص ۴۳، ۴۴)

امامت ـــــ خلافِ اسلام نظریہ :

امامت کا مسئلہ اسلام کا حلیہ بگاڑنے کے لئے ایجاد کیا گیا۔ کیونکہ اماموں کی آڑ میں بیٹھ کر جس چیز کو چاہا حلال کر دیا۔ اور جس حلال کو چاہا حرام بنا دیا۔ چنانچہ شیعہ کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں مرقوم ہے کہ امام محمد تقی سے شیعوں کے اختلاف کی وجہ دریافت کی گئی تو اُنہوں نے فرمایا کہ ائمہ کو تحلیل تحریم کا اختیار ہے۔ مطلب یہ کہ اماموں نے مختلف فتوے اس وجہ سے دیئے کہ ہر امام جس شئی کو چاہتا حلال کرتا اور جس شئی کو چاہتا حرام کرتا اور اماموں کے مختلف فتوؤں سے ان میں اختلاف پڑا۔ (اصول کافی ص ۲۷۸، ہند)

امامت کے معنی :

شیعہ حضرات نے مسئلہ امامت کو ایک عجیب و غریب چیز بنا رکھا ہے۔ اس میں عجیب عجیب معنی پیدا کئے ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے "امامت" کے معنی واضح کئے جاتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ صحیح طور پر ذہن نشین ہو جائے۔

لغت میں امامت کے معنی مطلق پیشوائی اور اقتداء کے ہیں۔ جو شخص کسی بات میں یا کسی کام میں کسی کا پیشوا ہو وہ لغت کی رو سے اس کا امام ہے خواہ وہ اچھے کام میں پیشوا ہو یا بُرے کام میں۔ چنانچہ امام راغب نے لکھا ہے :

"امام وہ ہے جس کی اقتداء اور پیروی کی جائے۔ خواہ انسان ہو جس کے قول و فعل کی اقتدا کی جاتی ہو۔ یا کتاب وغیرہ ہو۔ اور وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پہ ہو یا باطل پر ہو۔ اسکی جمع "ائمہ" ہے۔"

(مفردات القرآن زیر لفظِ امام، طبع کراچی)

قرآن حکیم میں دونوں معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

"ہم نے اُن کو امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔" (القرآن)

یہاں اچھے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ حق تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

"ہم نے ان کو امام بنایا کہ وہ جہنم کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔" (القرآن)

اس آیت میں یہ لفظ بُرے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن جب یہ لفظ عام معنوں میں بولا جاتا ہے تو اس سے اچھے معنی ہی مُراد ہوتے ہیں۔

یہ تو تھے اس لفظ کے لغوی معنی لیکن شرعی اصطلاح میں "امام" کے معنی امیر ہیں۔ یعنی ایسا فرمانروا اور حکمران جس کے ہاتھ میں عنانِ اقتدار ہو۔ کتاب و سُنت کے مطابق ملک و ملت کا نظام چلا سکے، حدود اللہ قائم کر سکے۔ احکام شریعت کا نفاذ اور اجراء کر سکے اور ملکی سرحدوں کی حفاظت کر سکے۔ اہلِ سنت کے ہاں اس معنی میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ خلیفہ کو بھی امام اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ یہ سارے امور سرانجام دیتا ہے۔

شیعہ حضرات کے نزدیک بھی امامت کے یہی معنی ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مشہور کتاب "کافی" میں اس کے یہی معنی لکھے ہوئے ہیں۔

" امامت دین کی زمام، ملت کا نظام، دنیا کی اصلاح اور مسلمانوں کی عزت سے عبارت ہے ...... امام ہی کے ذریعہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی تکمیل ہوتی ہے۔ فئے اور صدقات جمع کئے جاتے ہیں، حدود اور احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ امام اللہ ہی کے حلال کردہ کو حلال اور اللہ ہی کے حرام کردہ کو حرام کرتا ہے، حدود اللہ کو قائم کرتا ہے اور اللہ کے دین کا دفاع کرتا ہے اور اللہ کے راستے کی طرف حکمت، موعظہ حسنہ اور دلائل واضحہ کے ساتھ

دعوت دیتا ہے۔" (اصولِ کافی ص۱۲۰، ہند)

شیعہ لفظ امامت کو غیر معمولی اہمیّت دیتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام سے الگ ہو کر کہتے ہیں کہ امامت کا مرتبہ نبوت سے بھی افضل ہے۔ امام نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے۔ نبی کی طرح اسکی اطاعت بھی فرض ہے۔ بڑے بڑے اختیارات اور بڑے بڑے علوم اس کے پاس ہوتے ہیں۔

شیعہ نے امام کے لئے حسبِ ذیل شرائط ضروری قرار دی ہیں۔

(۱) ـــــ امام نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے۔

(۲) ـــــ امام مفترض الطاعۃ ہوتا ہے

(۳) ـــــ امام اپنے زمانے میں سب سے افضل ہوتا ہے۔

(۴) ـــــ خدا اور رسول کی طرف سے اپنے عہدہ کے لئے نامزد ہوتا ہے۔ لوگوں کو امام کے انتخاب کا اختیار نہیں۔

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر واجب ہے کہ قیامت تک دنیا کو کبھی امام سے خالی نہ رکھے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان صفات کے حامل صرف بارہ امام جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعیّن ہو چکے ہیں۔

۱۔ ان ائمہ کا رتبہ تمام انبیاء و سابقین سے زیادہ ہے۔

۲۔ ان کو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے۔ سب کا علم ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن کے پاس آتے ہیں۔

۴۔ پہلی ساری کتب الٰہیہ اُن کے پاس تھیں۔

۵۔ عصائے موسیٰ۔ یدِ بیضا۔ انگشتریٔ سلیمان، اسمِ اعظم ـــــ غرض کہ تمام انبیاء کے معجزات ان کے پاس تھے۔

۶۔ جنّات کا لشکر اُن کے تابع تھا۔

۷۔ ان کی موت و حیات ان کے اختیار میں تھی اور انہیں اپنی موت کا وقت معلوم تھا۔

۸۔ ہر امام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک رجسٹر ملا ہوا تھا جس میں اُن کے معتقدین کے نام معہ ولدیت لکھے ہوئے تھے۔

۹ . وہ نبی کی طرح معصوم تھے ۔

۱۰ . اُن کو حلال و حرام کا اختیار حاصل تھا ۔

(امام کے بارہ میں یہ سب صفات بلکہ اس سے بھی کچھ زائد شیعہ کی کتابوں میں مرقوم ہیں)
کہتے ہیں کہ ان بارہ مقرر کئے ہوئے اماموں میں سے گیارہ تو اپنی زندگی گزار کر اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے لیکن بارہویں امام مہدی کئی سو سال سے اہلِ سُنّت کے خوف سے ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور وہ اس وقت دنیا میں تشریف لائیں گے ، جب یہاں فتنہ و فساد کی بجائے امن و آشتی کا دَور دورہ ہوگا۔ خُدا بہتر جانتا ہے کہ وہ کب اس نام نہاد غار سے باہر تشریف لائیں گے ۔

اہلِ اسلام کہتے ہیں کہ معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور یہ صفات جو شیعہ ائمہ مانتے ہیں ان میں اکثر تو انبیاء علیہم السلام کی صفات ہیں اور باقی ماندہ خاصۂ خداوندی ہیں۔ لہذا کسی امام کو معصوم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد ماننا شرک فی النبوۃ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت بلکہ خصوصیت ختمِ نبوّت کا انکار ہے ۔

ایسا امام جو معصوم بھی ہو اور اُسکی اطاعت امت کے لئے فرض بھی ہو ، صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد ان صفات کا حامل نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے ۔ البتہ امام بمعنی مطلق پیشوا اس اُمت میں بہت ہوئے اور ہیں ، اور ہوں گے ۔ جو نہ بارہ میں منحصر اور نہ بارہ کروڑ میں ۔ ان کا شمار ، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کوئی معمولی نہ تھی ۔ اس تعلیم نے بے شمار انسانوں کو کامل اور مکمل بنا دیا ۔ ہزاروں اس تعلیم کی بدولت منصبِ امامت ، پیشوائی اور راہ نمائی پر فائز ہوئے اور ہوں گے ۔

جس طرح نماز با جماعت میں چاہے کتنی بڑی جماعت ہو ، امام ایک ہوتا ہے اور اگر مقتدیوں کی صفیں زیادہ ہوں تو ہر صف میں دو ایک مکبّر مقرر کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ اُونچی آواز سے تکبیر کہہ کر امام کے رکوع و سجود کی اطلاع پچھلی صفوں کو دیا کریں ، بالکل یہی معاملہ یہاں بھی ہے ۔ جس طرح تمام اُمت کا امام حقیقتاً " ایک ہے ، صفِ اول سے صَفِ آخر تک ہر مقتدی

نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کی ہے۔اسی کو اپنا امام بنایا ہے۔ اسی طرح تمام اُمتِ محمدیہ کے امام مفترض الطاعت (جن کی اطاعت فرض ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ سے لے کر قیامت تک ہر مسلمان آپ ہی پر ایمان لاتا ہے۔ آپ ہی کو اپنا پیشوائے حقیقی اور امام مانتا ہے اور جس طرح نماز با جماعت میں ان مکبرّوں کو بھی اس معنیٰ میں امام کہہ سکتے ہیں کہ پچھلی صفیں انہی کی تکبیر کی تابع ہوتی ہیں۔ مگر وہ حقیقتاً امام نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ امام کے حالات کو نقل کرنے والے ہوتے ہیں، اپنی اطاعت کا حکم نہیں دیتے کیونکہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں، مگر وہ حقیقتاً امام نہیں ہوتے۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نقل کرنے والے ہیں نہ کہ اپنے احکام کی۔

یا اللہ مدد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،
من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا
(القرآن)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ
(الحدیث)

خلافت راشدہ
خلیفہ بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیق
سیدنا عمر فاروق
سیدنا عثمان
سیدنا علی المرتضیٰ
سیدنا حسن مجتبیٰ
سیدنا معاویہ
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

زیر تعمیر جامع مسجد
مدرسہ دار العلوم، حسین خیل پٹھان

عزیز حضرات مدرسہ و مسجد کی تعمیر کے اس کارِ خیر میں بھرپور حصہ لیں، دینی مراکز کو مضبوط کریں، تاکہ خدمت و اقامت دین کا مقدس فریضہ بہتر طور پر سرانجام دیا جا سکے!

ترسیل زر کے لئے (۱) بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر ۹۰۲۰ یو بی ایل بھکر۔ ۲۔ بذریعہ منی آرڈر یا نقد دستی۔ یا درج ذیل پتہ پر بھیجیں!

خادم علماء دیوبند! حضرت مولانا غلام حسن خان، خطیب و مہتمم مدرسہ دار العلوم حسین خیل پٹھان، مقام و ڈاکخانہ چھینہ ڈگر، تحصیل و ضلع بھکر!